

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## اِشَارَات

دستور کی تدوین کو برسوں ٹالتے رہنے کے جو نتیجے ہمارے ملک میں رونما ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی قضیہ طے نہیں ہوتا اور نئے نئے قضیے اٹھتے چلے جاتے ہیں جتنی کہ جن امور کو آج تک طے شدہ سمجھا جاتا رہا ہے وہ بھی اب ماہہ النزاع مسائل کی فہرست میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال جداگانہ انتخاب کا مسئلہ ہے جس پر سالہا سال سے مسلمانوں میں قریب قریب کامل اتفاق پایا جاتا تھا، اور کسی کو توقع نہ تھی کہ یہ بھی ہمارے ہاں متنازع فیہ بن جائے گا، مگر اب مشرقی ممالک کی عوامی لیگ اور متحدہ محاذ (باستثنائے نظام اسلام پارٹی) نے یہ مطالبہ کر دیا ہے کہ اس طریق انتخاب کو چھوڑ کر مخلوط طریق انتخاب اختیار کیا جائے۔

یہ صورت حال بڑی افسوسناک ہے۔ لیکن جب کہ ہمیں اس سے سابقہ پیش آبی گیا ہے تو مناسب یہی ہے کہ ہم اس پر محض افسوس کر کے نہ رہ جائیں بلکہ اس طرح کے ہر نئے مسئلے کا پوری معقولیت کے ساتھ جائزہ لیں اور دلیل کے ساتھ اس کا صحیح تصفیہ کرانے کی کوشش کریں۔

طریق انتخاب کے معاملے میں کسی صحیح نتیجے پر پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم چار پہلوؤں سے اس پر غور کریں :

اول یہ کہ برطانوی دور میں جب کہ بڑے بڑے ہندو پاکستان ایک ملک تھا، اور انڈین نیشنل کانگریس وطنی قومیت کے نظریے کی بنیاد پر مخلوط انتخاب کی وکالت کر رہی تھی، مسلمان اس کی مخالفت کیوں کرتے رہے اور آج کیا فرق واقع ہو گیا ہے کہ وہ اسی چیز کو قبول کر لیں جسے کل رد کرتے تھے ؟

دوم یہ کہ اصولاً ایک ایسے ملک کے لیے جس کی آبادی مذہب، تہذیب، اور معاشرت کے اعتبار سے

مختلف عناصر پر مشتمل ہو، مخلوط انتخاب صحیح ہے یا جداگانہ انتخاب؟  
سوم یہ کہ اصولی صحت و عدم صحت سے قطع نظر، کیا کوئی مصلحت ایسی ہو سکتی ہے جس کی خاطر ایسے  
ملک میں مخلوط انتخاب مطلوب ہو؟ اگر ایسی کوئی مصلحت ہے تو وہ کیا ہے اور ہمارے لیے وہ قابل قبول  
ہے یا نہیں؟

چہاں یہ کہ عملاً پاکستان میں مخلوط انتخاب کا طریقہ رائج کرنے کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں اور اس کے  
برعکس جداگانہ انتخاب کے مفید یا مضر پہلو کیا ہیں؟  
ذیل کی سطور میں ہم ان چاروں سوالات پر اختصار کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

پہلے سوال کے جواب میں مخلوط انتخاب کے حامی اگر کچھ کہہ سکتے ہیں تو وہ صرف یہ ہے کہ برطانوی دور کے  
معدہ ہندوستان میں وطنی قومیت اور مخلوط انتخاب کا نظریہ اس لیے غلط تھا کہ وہاں ہم اقلیت میں تھے اور ہند  
اکثریت میں، اور آج پاکستان میں وہ اس لیے صحیح ہے کہ یہاں ہماری اکثریت ہے اور ہندوؤں سمیت تمام  
غیر مسلم اقلیت میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی دوسرا جواب ان کی طرف سے ممکن نہیں ہے۔ اور اس کے  
معنی یہ ہیں کہ کم از کم ان حضرات کے نزدیک صحیح و غلط کا اگر کوئی معیار ہے تو وہ محض مفاد ہے۔ ایک ہی  
چیز پہلے غلط تھی کیونکہ وہ مفاد کے خلاف پڑتی تھی، اور وہی چیز اب صحیح ہے کیونکہ وہ مفاد کے مطابق ہے۔  
اپنی حد تک خود اپنے ذہن کی یہ ترجمانی وہ کرنا چاہیں تو بخوشی کر سکتے ہیں۔ مگر کیا ساری مسلمان قوم کا  
ذہن تقسیم سے پہلے اسی طرح کام کر رہا تھا کہ اب حالات بدلتے ہی وہ اس چیز کو حق سمجھنے لگے جسے اس وقت  
باطل سمجھتی تھی؟ ہم یقین ہے کہ مسلمان من حیث القوم یہ ذہنیت نہ اس وقت رکھتے تھے نہ آج رکھتے ہیں۔  
اس وقت انہوں نے انڈین نیشنل کانگریس کے نظریے کو صرف اس لیے رد نہیں کیا تھا کہ جمہوری ہندوستان  
میں قلیل التعداد ہونے کی وجہ سے وہ اسے اپنے مفاد کے خلاف پاتے تھے، بلکہ اس کی بنیادی وجہ  
یہ تھی کہ "ملت از وطن است" کا تخیل ان کے لیے سراسر ایک اجنبی تخیل تھا جس کی کوئی گنجائش نہ ان کے  
اعتقادات میں تھی نہ ان کے فلسفہ تمدن و اجتماع میں اور نہ ان کی روایات میں۔ خود اسی بڑے عظیم میں لاکھوں

کروڑوں آدمی ہندو سے مسلمان ہوئے اور اسلام قبول کرتے ہی ان کا معاشرہ ہندو معاشرے سے جدا ہو گیا حالانکہ نسل ایک تھی، زبان ایک تھی، اور رہن سہن ایک ہی سرزمین پر تھا۔ اس کے برعکس لاکھوں مسلمان دنیا کے مختلف خطوں سے آکر اس برعظیم میں آباد ہوئے اور مقامی مسلم معاشرے میں اس طرح گھل مل گئے کہ کوئی اجنبیت کا پردہ ان کے درمیان حائل نہ رہ سکا۔ یہ نتیجہ تھا ملت اور قومیت کے اس نظریے کا جو اسلام نے مسلمانوں میں پیدا کیا تھا، اور ان روایات کا جو اس نظریے کے تحت صدیوں سے ان میں پرورش پا رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب انگریزی دور میں جدید جمہوری نظام کی آمد آئی تو مسلمانوں نے جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا، انڈین نیشنل کانگریس کے نظریہ قومیت کو رد کیا، مخلوط انتخاب کی اس تجویز کو ٹھکرا دیا جو وطنیت کی بنیاد پر قومی وحدت قائم کرنے کے لیے پیش کی جاتی تھی، اور بالآخر وہ تقسیم ملک کا مطالبہ لے کر اٹھ کھڑے ہوئے، حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ تقسیم سخت کشت و خون اور بے اندازہ نقصانات کے بغیر نہ ہو سکے گی۔ اب تقسیم ہو جانے کے بعد اگر کوئی فرق واقع ہوا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ برعظیم کے وہ حصے ایک الگ ملک بن گئے ہیں جہاں مسلمان اکثریت میں تھے۔ اس سے قومیت کی بنیادیں تو نہیں بدیں روایات اور نظریات میں تو کوئی تغیر نہیں آگیا۔ اب مسلمانوں کا قومی ذہن یکایک وطنی قومیت کے اس تخیل کو کیسے قبول کر سکتا ہے جو اس کے لیے اٹھ نو سال پہلے تک اس قدر اجنبی تھا؟

اس کے بعد دوسرے سوال کو لیجیے۔ اصولی حیثیت سے مشترک یا مخلوط انتخاب صرف اسی جگہ صحیح ہو سکتا ہے جہاں کی آبادی میں فردی اختلافات چاہے کتنے ہی ہوں مگر بنیادی اختلافات موجود نہ ہوں۔ مذہبی عقائد، اخلاقی اقدار، اصول تہذیب اور نظریات زندگی کا اختلاف یہ حال ایک بنیادی اختلاف ہے اور جس آبادی کے عناصر ترکیبی میں یہ اختلاف اس حد تک پہنچا ہوا ہو کہ ان کے معاشرتی دائرے عملاً بالکل الگ ہو گئے ہوں، ان کے درمیان اپنی جداگانہ قومیت کا احساس لازماً پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی آبادی کو ایک حلقہ انتخاب بنا دینا کسی طرح اصولاً صحیح نہیں ہو سکتا۔ ایسا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس جگہ وحدت فرض کر رہے ہیں جہاں درحقیقت وحدت موجود نہیں ہے۔ اس زبردستی کے مفروضے سے فی الواقع کوئی وحدت

پیدا نہ ہوگی بلکہ اختلاف و بیگانگی کے اسباب بدستور اپنا کام کرتے رہیں گے۔ ہر عنصر کے لوگوں کا عام رجحان فطرتاً ہی شخص کو اپنا نمائندہ منتخب کرنے کی طرف ہوگا جو ان کا ہم جنس ہو۔ کثیر التعداد عنصر مطمئن ہوگا کیونکہ وہ حلقے کا نمائندہ اپنے ہی ہم جنس کو بنا سکے گا۔ قلیل التعداد عناصر اگر کمزور ہوں گے تو وہ نمائندگی سے بالکل ہی محروم رہ جائیں گے اور یہ صورت حال انہیں ہمیشہ غیر مطمئن اور بددل رکھے گی۔ اور اگر وہ بااثر ہوں گے، تو کثیر التعداد عنصر کے لوگوں سے سو دسے بازی شروع کر دیں گے اور یہ چیز دونوں ہی میں بدترین رجحانات اور تلخ کشمکشوں کو جنم دے گی۔ اس سے ایک نہایت بد اخلاق گروہ ابھر کر اوپر آجائے گا جو کسی کا بھی صحیح نمائندہ نہ ہوگا۔ اس سے جمہوریت کی اصل روح ہی مسخ ہو کر رہ جائے گی۔ یہ غلط طریقہ اختیار کرنے سے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ جو اختلاف فی الواقع موجود ہے اس کو تسلیم کیا جائے اور ہر عنصر کو جداگانہ نمائندگی اور جداگانہ انتخاب کا حق دیا جائے تاکہ ہر ایک ٹھیک ٹھیک اپنی مرضی کے مطابق اپنا ترجمان منتخب کر سکے؟ یہ زیادہ فطری، زیادہ معقول اور زیادہ منصفانہ طریقہ ہے۔

تیسرے سوال کے جواب میں اگر کسی مصلحت کی نشان دہی کی جاسکتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ مخلوط انتخاب کا طریقہ رائج کرنے سے مختلف عناصر آبادی کے احساس اختلاف کو دبانا، ان کے امتیازی نشانات کو مٹانا، اور انہیں تندرہج ایک قومیت میں تبدیل کرنا مطلوب ہو۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ چیز اول تو ہمیں مطلوب ہی نہیں ہے، اور اگر ہے تو اس طریقے سے مطلوب نہیں ہے جس سے مخلوط انتخاب کے حامی اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں احساس اختلاف جس چیز کا نتیجہ ہے وہ دین کا اختلاف ہے۔ اسی چیز نے مسلم اور غیر مسلم کے درمیان خط امتیاز کھینچا ہے۔ اسی نے ان کے اصول، مقاصد، نظریات اور طرز حیات ایک دوسرے سے جدا کیے ہیں۔ اسی نے ان کے معاشرے الگ کیے ہیں اور ان کو الگ ملتوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس اختلاف و امتیاز کے مٹنے کی ایک صورت یہ ہے کہ ہمارے غیر مسلم ہم وطن مسلم ملت میں جذب ہو جائیں۔ یہ بلاشبہ ہمیں مطلوب ہے، مگر اس مقصد کو ہم مخلوط انتخاب جیسے سیاسی ہتھکنڈوں سے حاصل کرنے کا کبھی خیال بھی نہیں کر سکتے؛ کسی شخص کو اسلام کے اصول پسند ہوں تو وہ بیدھے راستے سے آئے

اور ہماری ملت میں شامل ہو جائے۔ ورنہ جس ملت میں بھی رہنا چاہے رہے، ہم اس کے تمام وطنی حقوق پوری فراخ دلی کے ساتھ تسلیم کریں گے۔ اس معاملے میں کسی قسم کی چال بازیوں سے کام لینا ہمارے لیے حرام ہے اور ہم یقین ہے کہ مخلوط انتخاب کے حامی بھی اس کو حلال تسلیم نہ کریں گے۔ اب رہ جاتی ہے اس اختلاف و امتیاز کے مٹنے کی دوسری صورت اور وہ یہ ہے کہ یہاں سرے سے اسلام اور غیر اسلام کے فرق ہی کو مٹا دیا جائے اور دین کو تہذیب و تمدن سے بے دخل کر کے ایک ایسی مشترک لادینی کلچر کو نشوونما دیا جائے جو ایک متحدہ وطنی قومیت کی بنیاد بن سکے۔ یہ چیز اگر مطلوب ہو تو اس کے لیے مخلوط انتخاب محض پہلا قدم ہی ہو سکتا ہے اس کے بعد لازمی طور پر دوسرا قدم لادینی دستور مملکت ہونا چاہیے، اور پھر آئندہ اس مملکت کی ساری پالیسی یہ قرار پانی چاہیے کہ وہ عقیدے اور عبادات کے سوا زندگی کے باقی تمام شعبوں سے دین کے ایک ایک نشان امتیاز کو محو کر دے، حتیٰ کہ مسلم و غیر مسلم کے درمیان شادی بیاہ تک کی ہمت افزائی کرے تاکہ پاکستانیوں کے درمیان وہ معاشرتی علیحدگی باقی نہ رہے جو عملاً ان کو الگ الگ ملتوں میں منقسم کرتی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں، کیا یہی چیز مخلوط انتخاب کے حامیوں کو مطلوب ہے؟ اگر یہ انہیں مطلوب ہے تو وہ اس کا صاف صاف اقرار و اعلان کریں۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ چند لادینی رجحانات رکھنے والے لوگوں کو مستثنیٰ کر کے پاکستان کا ہر مسلمان اس نخیل پر لعنت بھیجے گا۔ وہ کہے گا کہ اگر مجھے یہی کچھ کرنا ہوتا تو میرے لیے اگھنڈ ہندوستان کیا بڑا تھا۔ یہ مقصد تو وہاں بھی پورا ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے جان و مال کی اتنی قربانیاں دے کر ایک الگ مملکت قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اب ہم آخری سوال کی طرف آتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ عملاً پاکستان میں مخلوط انتخاب رائج کرنے کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ پاکستان میں ایک کے بجائے کم از کم دو قومیتوں کا نشوونما شروع ہو جائے گا اور یہ چیز بالآخر پاکستان کی وحدت کے خاتمے پر منتج ہو کر رہے گی۔ ہمیں یہ بات نہ بھولنی چاہئے کہ بڑے بڑے ہندو پاکستان مذہب کی بنیاد پر تقسیم ہوا ہے، اور یہ اسی بنیاد پر تقسیم کا کرشمہ ہے کہ اس بڑے بڑے خطے پاکستان کے اجزائے ترکیبی قرار پائے ہیں جن کے درمیان ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے۔ ان دونوں خطوں کے

درمیان بنائے وحدت نہ وطن ہے، نسل، نہ زبان اور نہ طرز معاشرت۔ صرف ایک چیز نے ان کو جوڑ کر ایک مملکت بنایا ہے اور وہ ہے اکثریت کا مذہب۔ مذہب ہی ابتداءً اس مملکت کا سبب تخلیق بنا تھا اور اب تنہا وہی اس کے لیے ایک سبب وحدت بنا رہے گا۔ آپ جس روز بھی اس کو ٹھا کر دونوں خطوں کے باشندوں میں کسی اور بنائے اشتراک کا احساس پیدا کریں گے، نسل و زبان اور تمدن کے جاذبے اپنا کام شروع کر دیں گے۔ پھر کوئی چیز بھی مشرقی پاکستان میں بنگالی نیشنلزم اور مغربی پاکستان میں اس کے برعکس ایک دوسرے نیشنلزم کی پیداوار کو نہ روک سکے گی۔ لہذا یہ سمجھنا کہ مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا سوال محض ایک طریق انتخاب کا سوال ہے، نادانی اور خود قربی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ درحقیقت یہ پاکستان کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر پاکستان کے دونوں حصوں کو جوڑے رکھنا مقصود ہے تو اس کی واحد صورت یہ ہے کہ دونوں حصوں کے مسلمانوں میں مسلم قومیت کے احساس کو زندہ اور تازہ رکھا جائے اور اسلامی نظام زندگی کو عملاً بروئے کار لاکر اس احساس کو تقویت پہنچائی جائے۔ اس مقصد کے لیے جداگانہ انتخاب ناگزیر ہے۔ البتہ اگر اس مملکت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہی مقصود ہے تو اس کی ابتدا کرنے کے لیے مخلوط انتخاب بلاشبہ ایک کارگر تدبیر ہے۔ یہ چیز ہر خطے کے مسلمانوں میں رشتہ دین کے بجائے رشتہ وطنیت کی اہمیت کا احساس پیدا کر دے گی اور یہ احساس جتنا بڑھے گا اتنے ہی وہ دوسرے خطے کے ان مسلمانوں سے دور ہوتے چلے جائیں گے جن کے ساتھ انہیں ملانے والا کوئی رشتہ ایک رشتہ دین کے سوا نہیں ہے، اور اپنے خطے کے ان لوگوں سے قریب تر ہوتے جائیں گے جن کے ساتھ انہیں جوڑنے کے لیے دین کے سوا باقی تمام رشتے موجود ہیں۔

مخلوط انتخاب کے حامی اپنے نقطہ نظر کی تائید میں جو دلائل دیتے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان کا بھی ایک مختصر سا جائزہ لے لیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

۱۱، جداگانہ انتخاب کا مطالبہ اقلیت کی طرف سے ہونا چاہیے تھا، کیونکہ اسی کو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اکثریت اسے ناسندگی سے محروم کر دے گی۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ بنگال کی ہندو اقلیت تو مخلوط انتخاب کا مطالبہ کرتی ہے اور مسلمان اکثریت اس کے برعکس جداگانہ انتخاب پر مصر ہے کیا اکثریت میں ہو کر بھی مسلمان ڈرتے ہیں کہ اقلیت ان پر چھپائے گی؟

(۲) جداگانہ انتخابے بنگال پہلی میں ۲۲ ہندو ممبروں کا ایک مضبوط بلاک بنا رکھا ہے، اور مسلم اکثریت کے ارکان میں جب پھوٹ پڑتی ہے تو قوت کا توازن ہندوؤں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے۔ کیا تم اس صورت حال کو دوامی رکھنا چاہتے ہو؟

(۳) جداگانہ انتخاب مملکت کے باشندوں کو مستقل طور پر الگ الگ قومیتوں میں تقسیم کیے رکھتا ہے، حالانکہ مملکت کی ترقی و استحکام کے لیے ضروری ہے کہ اس کے سارے باشندوں میں ایک قوم ہونے کا احساس پیدا ہو۔

(۴) اگر پاکستان قائم ہونے کے بعد بھی دو قومی نظریے کو باقی رکھا گیا تو کل بنگال کے ہندو یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب آپ ہیں ایک علیحدہ قوم ہی قرار دیتے ہیں تو لایٹے ہم کو بھی ایک الگ علاقہ دیجیے۔ کیا آپ اس مطالبے کو مان لیں گے؟ اگر نہیں مانیں گے تو آپ کی اخلاقی پوزیشن کیا ہوگی جب کہ اسی بنیاد پر آپ خود ایک الگ علاقہ لے چکے ہیں؟

پہلی دلیل بظاہر بڑی وزنی ہے، مگر حقیقت میں اس کے دونوں اجزاء غلط ہیں۔ اس کا یہ جز بھی غلط ہے کہ مسلمان اکثریت ہندو اقلیت کے خوف سے جداگانہ انتخاب مانگتی ہے، اور یہ جز بھی صحیح نہیں ہے کہ ہندو اقلیت سرسرم مملکت کی بھلائی کی خاطر مخلوط انتخاب کا خطرہ مول لے رہی ہے۔ جداگانہ انتخاب کے لیے مسلمانوں کا اصرار جن وجوہ پر مبنی ہے وہ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس میں اقلیت کے خوف کوئی شائبہ نہیں ہے۔ رہی بنگال کی ہندو اقلیت، تو اس کے مخلوط انتخاب پر اصرار کرنے کے اصل وجوہ یہ ہیں کہ اولاً وہ اس طریقے سے بنگال میں بنگالی مشغول کو فروغ دینے کی امید رکھتی ہے۔ ثانیاً وہ اس ذریعہ سے پاکستان کو اسلامی مملکت کے بجائے لادینی جمہوریت کے راستے پر ڈالنا چاہتی ہے۔ ثالثاً اس کی خواہش یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہنا اور کروانا چاہتی ہے وہ ہندوؤں کے بجائے مسلمانوں کی زبان سے کہلوئے اور انہی کے ہاتھوں سے کروائے۔ اس غرض کے لیے وہ اس تدبیر پر اعتماد کر رہی ہے کہ مخلوط انتخاب میں جو مسلمان نمائندہ ہندوؤں کے بل پر کامیاب ہوں گے وہ ہندو نمائندوں کی بہ نسبت زیادہ مفید ثابت ہوں گے۔ یہ تینوں وجوہ اس مطالبہ انتخاب مخلوط کے اصل محرک ہیں اور ہم ان تینوں کو پاکستان کے لیے سخت نقصان دہ سمجھتے ہیں۔

دوسری دلیل میں اس وقت تک کوئی وزن نہیں ہو سکتا جب تک پہلے یہ فرض نہ کر لیا جائے کہ بنگال میں ہندوؤں کا اتحاد اور مسلمانوں کی پھوٹ ایک دائمی حالت رہے گی۔ کیا ہمارے وہ مسلمان بھائی جو مخلوط انتخاب کی حمایت میں یہ دلیل دیتے ہیں، مہربانی کر کے اس سوال پر کچھ روشنی ڈالیں گے کہ یہ حالت دایماً کیوں قائم رہے گی؟ — تیسری دلیل کا تفصیلی جواب ہم پہلے دے چکے ہیں اس لیے اس سے تعرض کرنے کی حاجت نہیں ہے مگر یہی آخری دلیل تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بنگال میں کوئی قابل لحاظ خطہ ایسا ہوتا جو ہندوؤں کا قومی وطن بن سکتا تو وہ تقسیم کے وقت ہی بھارت میں شامل ہو چکا ہوتا۔ اب خدا کے فضل سے ایسا کوئی خطہ وہاں موجود نہیں ہے کہ ہندوؤں کا

حاجت یہ ہے کہ اس میں یہ بھی تو کیا کوئی...

۳ مطالبہ کرنے کے حق دار ہوں کسی جگہ کسی ٹھکانے اور کہیں کسی تحصیل میں ایک گروہ کے لوگ اگر کسی حد تک اکثریت میں ہوں بھی تو کیا کوئی...